QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

پاک آرمی کے تربیتی نظام میں اسلامی اصولوں کا انضمام: فوائد، چیلنجز اور عملی تجاویز

INTEGRATION OF ISLAMIC PRINCIPLES IN THE TRAINING SYSTEM OF THE PAKISTAN ARMY:BENEFITS, CHALLENGES, AND PRACTICAL SUGGESTIONS

Ahsin Jahangir
PhD Research Schoolar;Institute of Islamic Studies and Sharia,MY University, Islamabad
ahsinjahangir19@gmail.com
Dr Talib Ali Awan
Assistant Professor,Institute of Islamic Studies and Sharia,MY University, Islamabad
drtalibaliawan@gmail.com

Abstract:

The integration of Islamic principles into the training system of the Pakistan Army holds significant implications for enhancing the professional, moral, and spiritual development of military personnel. Pakistan's armed forces are not only tasked with defending the nation's borders but also upholding national honor, stability, and institutional discipline. While the current training framework emphasizes physical fitness, leadership, tactical skills, and modern warfare strategies, the inclusion of Islamic values—such as faith, piety, discipline, honesty, justice, courage, and selflessness—remains partial and unstandardized. Drawing inspiration from the military practices during the era of Prophet Muhammad ﷺ and the Rightly Guided Caliphs, the study explores how Islamic teachings can complement modern military training. This research identifies the benefits of incorporating Islamic principles, such as enhanced ethical conduct, moral responsibility, decision-making under pressure, and national and religious commitment. At the same time, it addresses challenges, including technological demands, diverse educational backgrounds, and the absence of uniform standards for religious training. The study aims to provide practical recommendations to achieve a coherent integration of Islamic values within the Pakistan Army's training system, thereby strengthening the ideological and operational foundations of the institution.

Keywords: Pakistan Army Training, Islamic Principles, Ethics,Moral Development,Spiritual Development,Leadership and Discipline.

تعارفِ موضوع

پاکستان کی مسلح افواج نہ صرف ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی محافظ ہیں بلکہ قومی وقار، امن واستحکام اور ریاستی نظم کے مضبوط ترین اداروں میں شمار ہوتی ہیں۔ پاک آرمی کا تربیتی نظام پیشہ ورانہ مہارت، جسمانی فٹنس، عسکری نظم وضبط، قیادت، اخلاقی تربیت اور جدید جنگی حکمتِ عملی پر مبنی ہے۔ تاہم پاکستان کے نظریاتی فریم ورک اور دستورِ پاکستان کے مطابق ریاستِ پاکستان کی اساس اسلام ہے، اس لیے ملکی اداروں کی تشکیل وتربیت میں اسلامی اصولوں اور اقدار کا شامل ہونا ایک فطری اور ضروری تقاضا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عسکری تربیت کا تصور محض جسمانی مہارت تک محدود نہیں بلکہ اس میں ایمان، تقویٰ، نظم وضبط، شجاعت، صدق، امانت، عدل اور ایثار جیسے اخلاقی و روحانی پہلو بھی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے ادوار میں عسکری تربیت کا نظام نہایت جامع تھا، جس میں مقصدیت، اجتماعی نظم، اخلاقی ذمہ داری، انسانی حقوق کے احترام اور جنگی اصولوں کی پابندی پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ یہی اصول آج کے جدید عسکری تربیتی ڈھانچوں کے لیے بھی رہنما حیثیت رکھتے ہیں۔
پاک آرمی کے تربیتی نظام میں اسلامی اصولوں کا مؤثر انضمام نہ صرف فوجی جوانوں کے کردار اور نظم وضبط کو مزید مضبوط بنا سکتا ہے بلکہ اس سے اخلاقی ذمہ داری، انسانی خدمت، مشکل حالات میں فیصلہ سازی، اور قومی ودینی حمیت جیسے پہلوؤں میں بھی نمایاں بہتری آتی ہے۔ تاہم عملی سطح پر بعض چیلنجز بھی موجود ہیں، جیسے جدید عسکری تقاضے، تکنیکی تربیت کی بھرمار، مختلف تعلیمی پس منظر کے افراد، اور مذہبی تربیت کے لیے یکساں معیار کا فقدان۔

اس تحقیقی مضمون کا مقصد یہ جائزہ لینا ہے کہ پاک آرمی کے موجودہ تربیتی نظام میں اسلامی اصولوں کے انضمام کے کیا فوائد سامنے آتے ہیں، اس عمل کو کن چیلنجز کا سامنا ہے، اور ان چیلنجز کے حل کے لیے کون سے عملی و قابلِ عمل اقدامات تجویز کیے جا سکتے ہیں تاکہ پاکستان کی نظریاتی ودفاعی بنیادیں مزید مضبوط ہو سکیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

مسئلے کا بیان

پاکستان کا نظریاتی تشخص اسلام پر مبنی ہے اور دستورِ پاکستان کے مطابق ریاستی و عسکری اداروں کی پالیسیوں اور نظام تربیت میں اسلامی اصولوں کی شمولیت بنیادی تقاضا ہے۔

پاک آرمی ایک منظم، پیشہ ور اور جدید تربیتی ڈھانچہ رکھتی ہے، مگر اس پورے نظام میں اسلامی اخلاقیات، روحانی تربیت، عدل وضبط، جنگی آداب، اور انسانی حقوق جیسے اسلامی اصولوں کا یکساں، منظم اور مربوط انضمام ابھی تک مکمل طور پر عملی صورت اختیار نہیں کر سکا۔

یہ صورتحال چند اہم سوالات کو جنم دیتی ہے: کیا موجودہ تربیتی نظام اسلامی اقدار کے مطابق ہے؟ اسلامی اصولوں کے نفاذ میں کن عملی و نظری مشکلات کا سامنا ہے؟ اور ایسی کون سی حکمتِ عملی اختیار کی جاسکتی ہے جس سے پاک آرمی کے تربیتی ڈھانچے میں اسلام کی اصل روح اور جدید عسکری تقاضے یکجا ہو سکیں؟

ان سوالات کی عدم وضاحت کے باعث اسلامی اصولوں اور موجودہ فوجی تربیت کے درمیان ایک فکری و عملی خلا موجود ہے جس کا تحقیقی جائزہ لینا ضروری ہے۔

تحقیقی سوالات

1. پاک آرمی کے موجودہ تربیتی نظام میں اسلامی اصول کس حد تک شامل ہیں؟
2. اسلامی اصولوں کے موثر انضمام سے پاک آرمی کے تربیتی واخلاقی معیار میں کون سے مثبت نتائج حاصل ہو سکتے ہیں؟
3. اسلامی تعلیمات کے نفاذ میں پاک آرمی کو کن نظری، انتظامی، اور عملی چیلنجز کا سامنا ہے؟
4. پاک آرمی کے تربیتی نظام میں اسلامی اصولوں کے بہتر انضمام کے لیے کون سی عملی تجاویز اور پالیسی اقدامات اختیار کیے جاسکتے ہیں؟

پاک آرمی کا تربیتی نظام: ایک جامع جائزہ

پاکستان آرمی کا تربیتی نظام دنیا کی انتہائی منظم، جدید اور کثیر الجہتی فوجی تربیتی ساختوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس نظام کا بنیادی مقصد ایسے سپاہی اور افسر تیار کرنا ہے جو جسمانی طاقت، ذہنی پختگی، اخلاقی ذمہ داری، تکنیکی مہارت اور آپریشنل پروفیشنلزم کے اعلیٰ معیار پر پورا اتریں۔ پاک آرمی کے تربیتی اداروں میں پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول، سکول آف انفنٹری اینڈ ٹیکٹکس کوئٹہ، آرمرڈ کور سنٹر، آرٹیلری سنٹر، آرمی میڈیکل کور سکولز، انجینئرنگ سنٹر، کمیونیکیشن اینڈ سگنل سکولز، اور اسپیشل سروسز گروپ (SSG) کے خصوصی تربیتی مراکز شامل ہیں، جہاں ہر شعبہ اپنی تخصص کے مطابق مختلف سطحوں کی عسکری تربیت فراہم کرتا ہے۔ ابتدائی تربیت میں جسمانی فٹنس، بنیادی ڈرل، آرمی اصول وضوابط، ہتھیاروں کا استعمال، فیلڈ کرافٹ، اور بنیادی جنگی مشقیں شامل ہوتی ہیں، جن کا مقصد نئے بھرتی ہونے والے افراد میں نظم وضبط، خوداعتمادی اور جسمانی برداشت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد تخصصی تربیت دی جاتی ہے جس میں انفنٹری، آرٹلری، آرمرڈ، انجینئرنگ اور میڈیکل کور کے مطابق جدید جنگی تکنیک، اسلحہ کے استعمال، ٹیکٹیکل موومنٹ، آپریشنل پلاننگ اور خطرناک ماحول میں فیصلہ سازی کی صلاحیت کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ افسران کے لیے لیڈرشپ تربیت خصوصی اہمیت رکھتی ہے، جس میں ملٹری لیڈرشپ، کمانڈ اینڈ کنٹرول، ٹیم مینجمنٹ، کرائسس ہینڈلنگ، اخلاقی ذمہ داری اور تزویراتی سوچ کی تربیت شامل ہے۔ پاک آرمی کے تربیتی مراحل میں جنگی تربیت (Field & Battle Exercises) کا نمایاں کردار ہے، جس میں لائیو فائرنگ مشقیں، دشمن کے ممکنہ حملوں کا عملی تجزیہ، جدید ہتھیاروں کا استعمال، اور حقیقی جنگی ماحول میں آپریشنل ردّعمل کی مشقیں شامل ہوتی ہیں۔ مزید براں، اخلاقی تربیت کو بھی بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں کردار سازی، دیانت، قربانی، ٹیم ورک، ریاست کے ساتھ وفاداری، اور ڈسپلن پر خصوصی زور دیا جاتا ہے۔ یہ تمام تربیتی مراحل وقتاً فوقتاً جدید عالمی عسکری تقاضوں کے مطابق اپ ڈیٹ کیے جاتے ہیں، جس سے پاک آرمی کا تربیتی نظام مستقل طور پر مضبوط اور جدید رہتا ہے۔ اس سلسلے میں پاکستان آرمی ایکٹ، ٹریننگ مینوئلز، PMA سلیبس اور GHQ کی سالانہ تربیتی ہدایات رہنما دستاویزات کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔[1]

اسلامی اصول اور عسکری تربیت

اسلامی تعلیمات میں عسکری تربیت صرف جنگی مہارت تک محدود نہیں بلکہ اس کا تعلق اخلاقی، روحانی اور اجتماعی نظم وضبط سے بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں فوجی تربیت میں شجاعت، صبر، اطاعت، عدل، انسانی حقوق کا احترام اور اجتماعی مشاورت بنیادی اصول تھے۔ اسلامی اصول فوجیوں میں نظم و ضبط، اخلاق

[1] Pakistan Military Academy, Kakul, PMA Long Course Training Curriculum (Abbottabad: Pakistan Military Academy Publications, n.d.)P:12

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

مضبوطی، قربانی اور وفاداری پیدا کرتے ہیں، جبکہ جنگی آداب اور فیصلہ سازی کے اسلامی معیار فوجی جوانوں کو نہ صرف عملی میدان میں مؤثر بناتے ہیں بلکہ ان کے کردار اور قیادت کی صلاحیت کو بھی مضبوط کرتے ہیں۔

اطاعتِ امیر کا تصور

اسلامی نظامِ حیات میں اطاعت ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآنِ مجید نے ایمان والوں کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ اللہ، اس کے رسول ﷺ، اور اپنے اولی الامر (حکام یا ذمہ داران) کی اطاعت کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ"[2]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے اولی الامر کی بھی۔"

یہ آیت اطاعت کے تین درجات واضح کرتی ہے:

1. اللہ کی مطلق اطاعت
2. رسول ﷺ کی کامل اطاعت
3. اولی الامر (کمانڈرز، حکام، یا قائدین) کی مشروط اطاعت، یعنی ایسی اطاعت جو شریعت کے دائرے میں ہو۔[3]

نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں اطاعتِ امیر کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمیشہ نظم و ضبط، صف بندی، اور امرِ امیر کی پابندی کی تلقین فرمائی۔ غزوات کے دوران آپ ﷺ ہر لشکر کے لیے امیر مقرر فرماتے اور یہ ہدایت دیتے کہ اس کی بات مانو، خواہ وہ تم سے چھوٹا یا کم عمر ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اطاعت کا مقصد نظمِ اجتماعی اور وحدتِ صفوف کا قیام ہے۔

فقہی حدود

اطاعتِ امیر کا مفہوم یہ نہیں کہ ماتحت اندھی تقلید کرے، بلکہ یہ کہ وہ شرعی، قانونی، اور اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے افسر یا کمانڈر کے احکامات کی تعمیل کرے۔ اگر کوئی حکم شرک، ظلم، قتلِ ناحق، یا صریح نافرمانیِ خدا پر مشتمل ہو تو اس کی اطاعت حرام ہے، کیونکہ شریعت میں اطاعت ہمیشہ حق و عدل کے ساتھ مشروط ہے۔[4]

فقہاءِ اسلام، بالخصوص امام نوویؒ، امام قرطبیؒ، اور ابن تیمیہؒ کے نزدیک اطاعتِ امیر اس وقت واجب ہوتی ہے جب حکم معروف میں ہو، یعنی وہ امر جس میں شریعت کی مخالفت نہ ہو۔[5]

عسکری تناظر میں عملی نفاذ

اسلامی نقطۂ نظر سے فوجی نظم و ضبط کی بنیاد اطاعتِ امیر پر قائم ہے۔ ایک کمانڈر کے لیے ضروری ہے کہ وہ واضح، عادلانہ، اور شرعی احکامات جاری کرے تاکہ ماتحتین ان پر اعتماد کے ساتھ عمل کر سکیں۔ اگر احکامات مبہم یا غیر شرعی ہوں تو نظم میں کمزوری پیدا ہو سکتی ہے۔

فوجی تربیت میں یہ لازمی ہے کہ سپاہیوں کو احکامات کی بجاآوری، کمانڈ چین کی پابندی، اور اطاعت کے اخلاقی دائرے کے بارے میں باقاعدہ تعلیم دی جائے۔ انہیں یہ سمجھایا جائے کہ اگر کسی حکم میں شرعی تضاد محسوس ہو تو وہ فورم شکایات، دینی مشاورت، یا قانونی کمیٹی کے ذریعے اپنا اعتراض پیش کر سکتے ہیں۔

اطاعت کے نتیجے میں نظم و ضبط مضبوط ہوتا ہے، احکامات بروقت نافذ ہوتے ہیں، اور جنگی یا دفاعی آپریشنز میں یکسوئی، اتحاد، اور اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ تاہم اسلامی تعلیم یہ بھی واضح کرتی ہے کہ اطاعت کے ساتھ ساتھ ایمانی بصیرت اور اخلاقی ذمہ داری بھی لازمی ہیں، تاکہ اطاعت اندھی تقلید میں تبدیل نہ ہو بلکہ شعورِ دینی اور اجتماعی بھلائی کے ساتھ وابستہ رہے۔

---

[2] القرآن، النساء:59

[3] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2000ء، ج2، ص341۔

[4] البانی، محمد ناصر الدین۔ قواعد الجلد فی الاسلام

[5] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم۔ السیاسۃ الشرعیۃ فی إصلاح الراعی والرعیۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1998ء، ص37۔

اطاعتِ امیر کا تصور اسلام میں محض فوجی نظم کا تقاضا نہیں بلکہ ایک ایمانی فریضہ ہے جو عدل، شریعت، اور اجتماعی بھلائی کے تابع ہے۔ یہ اصول فوجی نظم وضبط، ذمہ داری، اور قومی یکجہتی کے لیے وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جو کسی بھی مضبوط اور ایمان دار فوج کے لیے ناگزیر ہے۔

عدل اور انصاف پر مبنی نظم

اسلامی عسکری تربیت میں عدل وانصاف پر مبنی نظم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ فوجی جوانوں کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے اعمال میں انصاف، ایمانداری اور ذمہ داری کو مقدم رکھیں، چاہے حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں۔ قرآن میں بھی مؤمنوں کو عدل قائم کرنے اور حق پر استقامت اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے یہ اصول فوجی نظم وضبط اور قیادت میں اخلاقی مضبوطی پیدا کرتا ہے اور فوجی آپریشنز میں درست اور شفاف فیصلہ سازی کی راہ ہموار کرتا ہے۔

قرآنی بنیادیں:

قرآنِ مجید عدل وانصاف کو اسلامی نظامِ حیات کی اساس قرار دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ[6]

ترجمہ: "اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ کھڑے رہو اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو۔"

یہ آیت عدل کو ایک ایمانی فریضہ قرار دیتی ہے، جس کے بغیر کسی اجتماعی یا عسکری نظام کی بنیاد مضبوط نہیں رہ سکتی۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ[7]

ترجمہ: یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"

یہ اصول فوجی نظم ونسق میں بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کسی ریاست یا عدالت میں۔ عدل کا تقاضا ہے کہ ہر فیصلہ شواہد، امانت داری، اور غیر جانبداری پر مبنی ہو۔

نبی کریم ﷺ نے عدل کو ریاستی اور اجتماعی نظام کی بنیاد قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

"إنَّ المقسطينَ عندَ اللَّهِ على منابرَ من نورٍ عن يمينِ الرحمنِ، الَّذينَ يَعدِلونَ في حُكمِهم وأهليهم وما وُلّوا"[8]

ترجمہ: بیشک انصاف کرنے والے لوگ اللہ کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے، وہ جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل وعیال اور جن پر ان کا اختیار ہے، انصاف کرتے ہیں۔

رسول ﷺ نے واضح فرمایا کہ ظلم ایک ایسا گناہ ہے جو معاشروں کو برباد کرتا ہے، فرمایا:

"اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة[9]

ترجمہ: ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں میں بدل جائے گا۔"

سیرتِ نبویہ میں بھی عدل کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ نبی ﷺ نے کبھی کسی فیصلے میں رشتہ داری یا قبائلی تعلق کو ترجیح نہیں دی، بلکہ فرمایا: "اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔" یہ عدل کا وہ معیار ہے جو کسی نظام کو اخلاقی اور عملی طاقت بخشتا ہے۔

عسکری نظام میں عدل وانصاف کی عملی اہمیت:

فوجی نظم میں عدل وانصاف کا مطلب صرف ضابطہ لاگو کرنا نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں نیت، شفافیت، اور مساوات کو برقرار رکھنا ہے۔ کمانڈ سسٹم میں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ماتحتوں اور افسران کے ساتھ مساوی سلوک ہو، سزا وجزا میں ذاتی پسند یا تعصب شامل نہ ہو۔ عدالتی کارروائیوں، انضباطی کمیٹیوں، اور فوجی فیصلوں میں غیر جانب داری کا اصول نافذ کیا جائے تاکہ کسی سپاہی کا اعتماد نظام سے نہ اٹھے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق اگر کسی افسر سے ناانصافی ہو تو اسے شریعت کے مطابق اپیل یا اصلاح کا حق دیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[6] القرآن، النساء: 135

[7] القرآن، النساء: 58

[8] صحیح مسلم، حدیث: 1827

[9] صحیح بخاری، حدیث: 2447

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً"[10]

ترجمہ: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔"

صحابہ نے پوچھا: "ظالم کی مدد کیسے کریں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے ظلم سے روک کر۔"

یہ اصول عسکری نظام میں بھی نافذ ہوتا ہے—انصاف کا مطلب صرف مظلوم کو حق دینا نہیں بلکہ ظالم کو اس کے حد سے روکنا بھی ہے۔

فوجی ماحول میں عدل کا نفاذ اہلکاروں کے درمیان اعتماد، اطاعت، اور نظم وضبط کو مستحکم کرتا ہے۔ جب افسران انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہیں تو سپاہی دل و جان سے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ یوں عدل وانصاف پر مبنی نظام فوجی کارکردگی اور اجتماعی اتحاد کی ضمانت بنتا ہے۔

4۔ اجتماعی فیصلوں میں مشاورت

اسلامی نظامِ حیات میں اجتماعی فیصلوں میں مشاورت کی بنیاد ایک نہایت اہم اصول کے طور پر رکھی گئی ہے۔ قرآنِ مجید نے مسلمانوں کے اوصافِ حمیدہ میں سے ایک وصف "شوریٰ" کو بیان کیا ہے، جو ایک منظم، عادلانہ اور ذمہ دارانہ نظامِ اجتماعی زندگی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ"[11]

ترجمہ: "اور وہ لوگ (بھی) جو اپنے رب کے حکم سے لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے پاتے ہیں۔"

یہ آیت اس بات کی صریح دلیل ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی وانتظامی امور میں مشاورت ایک بنیادی اصول ہے۔ یہ عمل نہ صرف اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے بلکہ اس سے معاشرتی اتفاق، نظم وضبط، اور فیصلہ سازی میں بصیرت پیدا ہوتی ہے۔

(ب) سیرتِ نبویہ اور تاریخی مظاہر

نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی شوریٰ کے عملی مظاہر سے روشن ہے۔ آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا، اور ان کی آراء کو اہمیت دی۔

- جنگ بدر کے موقع پر قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا، جہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نرمی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سختی کی رائے دی؛ آپ ﷺ نے غور کے بعد نرمی کا پہلو اختیار فرمایا۔
- جنگ احد میں نوجوان صحابہ کی رائے پر باہر جا کر لڑنے کا فیصلہ کیا، حالانکہ آپ ﷺ کا ذاتی رجحان مدینہ کے اندر رہ کر دفاع کرنے کا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مشورہ کو اپنی ذاتی رائے پر ترجیح دی۔
- صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا اور حالات کے تقاضوں کے مطابق ایسا معاہدہ قبول فرمایا جس کے ظاہری پہلو بظاہر کمزور لگتے تھے، مگر بعد میں وہ اسلام کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

خلفائے راشدین نے بھی اسی سنتِ مشاورت کو اپنی خلافت کا بنیادی ستون بنایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ اور مرتدین کے خلاف کارروائی سے قبل صحابہ کی رائے لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال، عدالتی نظام، اور توسیعی پالیسیوں میں مشاورت کو ادارہ جاتی شکل دی۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ادوار میں بھی شوریٰ کا نظام مضبوط بنیادوں پر قائم رہا۔

(ج) شوریٰ کا فقہی واخلاقی منطق

فقہی اعتبار سے شوریٰ کا مقصد بہتر، عادلانہ، اور حکمت پر مبنی فیصلے حاصل کرنا ہے۔ یہ کسی مغربی جمہوریت یا پارلیمانی نظام کا متبادل نہیں بلکہ ایک الٰہی اصول ہے، جس میں مشورہ صرف ماہرین، اہلِ علم، اور اہلِ تقویٰ سے لیا جاتا ہے۔

---

[10] صحیح بخاری، حدیث: 2444

[11] القرآن، الشوریٰ: 38

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اسلامی شوریٰ میں رائے کا معیار اکثریت نہیں بلکہ علم و تقویٰ پر مبنی بصیرت ہوتی ہے۔اس کے ذریعے فیصلے اجتماعی ذمہ داری میں بدل جاتے ہیں، جس سے کسی ایک فرد یا حکمران پر فیصلہ سازی کا بوجھ نہیں رہتا بلکہ امت یا ادارے کی اجتماعی دانش بروئے کار آتی ہے۔[12]

اخلاقی لحاظ سے شوریٰ عدل، مساوات اور اعتماد کا ماحول پیدا کرتی ہے۔ ہر فرد کو اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہوتا ہے، مگر فیصلہ شریعت کی روشنی اور اجتماعی مصلحت کے تحت لیا جاتا ہے۔اس سے قیادت کی خودسری کم ہوتی ہے اور اجتماعی نظم مضبوط ہوتا ہے۔

(د) عسکری تنظیم میں شوریٰ کی عملی شکلیں

اسلامی عسکری تربیت میں شوریٰ کا اطلاق نہایت اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ عسکری فیصلے اجتماعی نظم، تجربہ، اور اخلاقی بنیادوں کے محتاج ہوتے ہیں۔اس ضمن میں شوریٰ کی چند عملی صورتیں درج ذیل ہیں:

1. **عملی مشاورتی فورمز کا قیام:**

فوجی نظام میں یونٹ، بریگیڈ، ڈویژن، اور اعلیٰ کمانڈ سطح پر باقاعدہ مشاورتی بورڈز تشکیل دیے جائیں۔ان اجلاسوں میں آپریشنل حکمتِ عملی، تربیتی مقاصد، اخلاقی تربیت، اور انتظامی امور پر گفتگو کی جائے۔اس سے نہ صرف بہتر فیصلے سامنے آتے ہیں بلکہ فوجی نظم میں شفافیت اور ہم آہنگی بھی پیدا ہوتی ہے۔

2. **مختلف مہارتوں کا ادغام:**

شوریٰ میں ایسے افراد کو شامل کیا جائے جو مختلف میدانوں کے ماہر ہوں——مثلاً جنگی تجربہ رکھنے والے افسران، فقہی و اخلاقی بصیرت رکھنے والے علماء، اور نفسیاتی یا انتظامی ماہرین۔اس طرح فیصلے ہمہ جہتی بصیرت پر مبنی ہوں گے اور شریعت کے ساتھ عملی تقاضے بھی پورے ہوں گے۔

3. **شفافیت و ریکارڈنگ:**

شوریٰ کے تمام فیصلوں کو تحریری طور پر محفوظ کیا جائے تاکہ مستقبل میں ان سے رہنمائی حاصل ہو سکے۔اس سے فیصلہ سازی میں احتساب، شفافیت، اور ادارہ جاتی نظم پیدا ہوتا ہے، جو کسی بھی اسلامی یا عسکری نظام کی مضبوطی کی علامت ہے۔

4. **حدودِ شوریٰ کا تعین:**

شوریٰ مشورہ دینے والی اتھارٹی ہے، حتمی فیصلہ کمانڈر یا سربراہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔تاہم شوریٰ کی رائے کو نظرانداز کرنا نظم و اخلاق دونوں کے خلاف ہے۔شوریٰ کا مقصد قیادت کو مشورے سے تقویت دینا اور فیصلوں کو شرعی و اخلاقی جواز فراہم کرنا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق شوریٰ کا اصول نہ صرف حکومتی نظام بلکہ عسکری نظم و تربیت کا بھی بنیادی جز ہے۔اس سے اجتماعی ذمہ داری، عدل و شفافیت، اور قیادت پر اعتماد کے عناصر پروان چڑھتے ہیں۔اگر پاکستان کی مسلح افواج اپنے تربیتی و عملی ڈھانچے میں اس اصول کو ادارہ جاتی طور پر مضبوط کریں، تو نہ صرف فیصلوں میں بصیرت پیدا ہو گی بلکہ اسلامی اقدار کی روشنی میں عسکری نظم کو بھی روحانی و اخلاقی استحکام حاصل ہو گا۔

اسلامی اصولوں کے انضمام میں درپیش چیلنجز اور ان کا حل

اسلامی اصولوں کا عسکری تربیت میں انضمام ایک ایسا عمل ہے جو نہ صرف فوجی کردار کی مضبوطی اور نظم و ضبط کو فروغ دیتا ہے بلکہ اخلاقی اور روحانی ابعاد کو بھی مدنظر رکھتا ہے۔اس کے فوائد میں سب سے اہم یہ ہے کہ افواج کے اہلکاروں میں عدل، دیانتداری، صبر اور احترام جیسے اخلاقی اقدار فروغ پاتے ہیں، جو جنگی اور غیر جنگی دونوں حالات میں فیصلہ سازی اور ٹیم ورک کو بہتر بناتے ہیں۔مزید برآں، اسلامی اصولوں کی بنیاد پر تربیت اہلکاروں کو نفسیاتی دباؤ، غصے کے کنٹرول اور خطرناک حالات میں متوازن ردعمل اختیار کرنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔تاہم، اس عمل کے نفاذ میں چند چیلنجز بھی سامنے آتے ہیں، جیسے جدید فوجی ٹیکنالوجی اور اسٹریٹجک تقاضوں کے ساتھ روایتی اسلامی اخلاقیات کو ہم آہنگ کرنا، اور مختلف پس منظر رکھنے والے اہلکاروں میں اصولوں کی یکسانی فہمی پیدا کرنا۔ عملی تجاویز میں اساتذہ اور تربیتی افسران کے لیے خصوصی ورکشاپس اور سیمینارز منعقد کرنا، اسلامی اخلاقیات کو روزمرہ کے فوجی مشقوں میں شامل کرنا، اور رہنما دستاویزات میں واضح ضابطے وضع کرنا شامل ہیں تاکہ اسلامی

[12] السعدی، ابراہیم، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، 43/2

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اصول نہ صرف نظریاتی طور پر بلکہ عملی طور پر بھی افواج میں مؤثر انداز میں نافذ ہوں۔ اس طرح، اسلامی اصولوں کا انضمام فوجی تربیت کو نہ صرف اخلاقی اور روحانی بنیاد فراہم کرتا ہے بلکہ مجموعی کارکردگی اور پیشہ ورانہ معیار کو بھی بلند کرتا ہے۔

1 فکری و نظری چیلنجز

1۔1 سیکولر اور مذہبی سوچ کے درمیان توازن

جدید ریاستی نظام، خصوصاً مغربی ماڈل پر مبنی سیکولر نظام، عام طور پر ریاست اور مذہب کو الگ رکھتا ہے — ریاستی پالیسیوں، تعلیمی نصاب، اور عسکری تربیت میں مذہبی عناصر کی غیر شمولیت کو بطور قدر فروغ دیتا ہے۔ دوسری جانب اسلامی نقطۂ نظر میں دین (شریعت و اخلاق) زندگی کا مرکزی محور ہے اور ادارہ جاتی ساخت میں اخلاقی و شرعی ضوابط کا اطلاق لازمی سمجھا جاتا ہے۔ اس تضاد کی وجہ سے عسکری تربیت میں مندرجہ ذیل مشکلات درپیش آتی ہیں: نصاب اور وقت کی تقسیم (فزیکل/ٹیکنکل بمقابلہ دینی/اخلاقی دروس)، افسران و تربیت دہندگان کے ذہنی مؤقف میں فرق، اور سروس کے دوران مذہبی فرائض کی ادائیگی کے عملی مسائل۔

عملی اثرات:

جب عسکری ڈھانچہ سیکولر اندازِ زندگی کو غیر مشروط طور پر اپناتا ہے تو فوجی فرد کی دینی شناخت کمزور پڑ سکتی ہے — نتیجتاً جذبۂ قربانی، اخلاصِ نیت، اور اخلاقی رہنمائی میں کمی محسوس ہوتی ہے۔ دوسری طرف سخت مذہبی عمل داری کو جب تربیتی مقامات پر بلا لچک نافذ کیا جائے تو وہ پیشہ ورانہ نظم وڈسپلن اور قومی ہم آہنگی میں رگڑ پیدا کر سکتی ہے، خاص طور پر جب افواج میں فرقِ مسلک، فرقہ یا قومیت کے حساس پہلو موجود ہوں۔ اس لیے توازن لازمی ہے — ایسا توازن جو سیکولر پروفیشنلیزم کے تقاضوں کو اور دینی اخلاقیات و فکری شناخت دونوں کو یکجا کرے۔[13]

ممکنہ حل

1. نصاب میں ماڈیولر اپروچ: ٹیکنکل/حربی مضامین کے ساتھ مختصر مگر مضبوط اخلاقی و فقہی ماڈیول شامل کیے جائیں۔
2. تربیتی اوقات میں لچک: نماز، ذاتی عبادات اور مختصر اسلامی مباحث کے لیے سنجیدہ مگر منظم وقت مختص کیا جائے۔
3. تربیتی عملے کی تنظیمی تیاری: افسران و انسٹرکٹرز کو اسلامی اخلاقیات و جدید ضوابط کے مشترک اصولوں پر تربیت دی جائے۔

1۔2 جدید عسکری فلسفہ اور اسلامی نظریۂ جہاد کا فرق

"جدید عسکری فلسفہ" عام طور پر ریاستی سالمیت، قومی دفاع، جغرافیائی مفادات، اور بین الاقوامی قوانین (مثلاً جنیوا کنونشنز) کے اطلاق پر مبنی ہوتا ہے۔ اس میں جنگ کو بطور ایک ڈپلومیسی کا آخری ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور جنگی اصول عوامی/ریاستی مفاد کے تناظر میں وضع کیے جاتے ہیں۔ دوسری طرف اسلامی نظریۂ جہاد کا روایتی فریم مذہبی، اخلاقی اور شرعی اصولوں کے اندر طے ہوتا ہے: جہاد کا مقصد بنیادی طور پر ظلم کا خاتمہ، معاشرتی اصلاح، اور دفاعِ حیات/عقیدہ رہا ہے؛ اور روایتی فقہی ماخذوں میں "جہاد کی اعلامیہ" (کہ کس نے کب اور کیسے جہاد کا اعلان کرنا ہے) کا اختیار محدود اور منظم رہا کرتا تھا — یعنی خودسرانہ یا فردی حیثیت میں بڑے پیمانے پر جنگ کا اعلان شرعی روایت کے مطابق قابلِ قبول نہیں سمجھا جاتا۔

عملی و نظری اثرات:

اختیارات کی مرکزیت: جدید ریاستی فوج کا اختیار ریاست کی حکمرانی اور سرحدی سالمیت کے لیے واضح و بلا تعطل ہوتا ہے؛ مگر روایتی اسلامی فقہ میں جہاد کا اختیار عام طور پر سیاسی-شرعی اتھارٹی (خلافت/ولایت/صلاحیت رکھنے والے حکمران) سے مربوط رہا۔ اس فرق نے جدید دور میں "جہاد" کی تشریحات میں انتشار پیدا کیا — کچھ جدید گروہ اسی خلا کو اپنے مفاد میں استعمال کرتے ہیں۔

---

[13] Roy, Olivier. Secularism and Islam: The Theological Predicament. London: Hurst & Company, 2023.P:31

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

علاقائی وعالمی قانونی جواز: جدید عسکری نظریات بین الاقوامی قانون (IHL) اور مفاہمتِ بین الاقوامی اصولوں سے جڑی ہوتی ہیں؛ جب کہ بعض تاریخی اور معاصر فقہی تشریحات میں شریعت کو بنیاد بنا کر جنگ کے مختلف اخلاقی و شرعی ضوابط وضع ہوتے ہیں یہ دونوں دائرے بعض مواقع پر ہم آہنگ جبکہ بعض اوقات متصادم بھی دکھائی دیتے ہیں۔[14]

ممکنہ حل

1. فقہی ماہرین اور عسکری پالیسی سازوں کے مابین مستقل مکالمہ قائم کیا جائے تاکہ جہاد کے روایتی شرعی اصولوں کو معاصر بین الاقوامی قانون کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا جا سکے۔
2. افسران کے لیے کورسز جن میں "اسلامی قانونِ جنگ (سِیَر/فقہِ جہاد) بمقابلہ بین الاقوامی انسانی حقوق وIHL" شامل ہوں تاکہ عملی فیصلے شریعت اور عالمی معیار دونوں کی روشنی میں ہوں۔

3۔1 عالمی دباؤ اور فکری استعمار

فکری استعمار سے مراد وہ طویل المدتی عمل ہے جس کے ذریعے نوآبادیاتی یا غیر اقتصادی طاقتیں ایک علاقے کی علمی، ثقافتی اور نظریاتی اقدار کو کمزور یا تبدیل کر دیتی ہیں۔ مسلم دنیا میں مغربی نوآبادیات نے نہ صرف سیاسی و اقتصادی ڈھانچے تبدیل کیے بلکہ تعلیمی نصاب، قانونی نظام، اور حکومتی اداروں میں بھی ایسے نظریات متعارف کروائے جو مقامی مذہبی ثقافت سے متصادم تھے[15]

عملی اثرات

1. نصابوں کی موافقت: کالج و یونیورسٹی سطح پر مغربی فلسفہ، سیاسیات اور سائنسی نصاب بلا مشقت غالب آ گئے جبکہ مقامی اسلامی فکری روایت پسِ منظر میں چلی گئی۔
2. انسٹیٹیوشنل رویّے: تحقیقی و علمی ادارے اکثر مغربی کنونشنز کو بطور معیار اپنانے لگے، جس سے ہمہ جہتی فکری خود مختاری کمزور پڑی۔
3. معروضی و نفسیاتی اثرات: علمی انحصار کی وجہ سے مقامی دانشور طبقہ مسئلوں کو مغربی نظر سے ہی دیکھنے لگا، جو برائے نام حل نکالتا مگر مقامی حقیقت سے غیر ہم آہنگ ہوتا ہے

ممکنہ حل

1. تعلیمی خود مختاری کا فروغ: نصابوں میں اسلامی فقہ، تاریخِ فکر، اور مسلم دانشورانہ روایات کو مضبوطی سے شامل کیا جائے تاکہ طلبہ کو متوازن نقطۂ نظر ملے۔
2. تنقیدی مطالعہ اور مکالمہ: مغربی نظریات کو مکمل طور پر رد کرنے کی بجائے تنقیدی مطالعے کے ذریعے ان کے مفید پہلو اپنائے جائیں اور نقصان دہ اثرات سے آگاہی پیدا کی جائے۔
3. عالمی سطح پر تبادلے کی حکمت عملی: علمی تبادلے برقرار رکھے جائیں مگر یہ یقینی بنایا جائے کہ تجزیہ و تحقیق میں مقامی سیاق و سباق اور شریعی فہم کو لازم رکھا جائے

2۔ انتظامی وادارہ جاتی چیلنجز

2۔1 نصابی سطح پر اسلامی مواد کی کمی

جدید عسکری تربیت کا نصاب عموی طور پر فزیکل فٹنس، تکنیکی مہارت، اور عسکری نظم و ضبط پر مرکوز ہوتا ہے، جبکہ اخلاقی و روحانی تربیت، دینی احکام، اور اسلامی اقدار سے متعلق مواد بہت محدود رکھا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سپاہیوں اور افسران کی ذہنی و فکری تشکیل صرف پیشہ ورانہ مہارت تک محدود رہ جاتی ہے اور ان کے کردار کی اسلامی و اخلاقی بنیاد کمزور ہو جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے بغیر عسکری تربیت اپنی روح سے خالی ہو جاتی ہے۔[16]

عملی مظاہر:

[14] Esposito, John L. **"Jihad in Islamic Thought."** In *The Cambridge Companion to Islam*, edited by Jane Dammen McAuliffe. Cambridge: Cambridge University Press, 2010. P:18

[15] الندوی، سید ابو الحسن۔ **اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی**۔ لکھنؤ: دار الندوہ، 1979ء، ص 65۔

[16] احمد، محمد۔ **اسلامی عسکری تربیت کا فکری تجزیہ**۔ لاہور: ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ، 2018ء، ص 74۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

کئی عسکری اداروں میں دینی مواد صرف ابتدائی کورسز یا اخلاقی لیکچرز تک محدود ہے، جبکہ اس کے برعکس مغربی عسکری نظریات پر مبنی ماڈیولز، جیسے "Strategic Management"یا"Modern Warfare Ethics"، زیادہ تفصیل سے پڑھائے جاتے ہیں۔اس توازن کی عدم موجودگی اسلامی روح کو متاثر کرتی ہے۔

ممکنہ حل:

- نصاب میں مستقل اسلامی ماڈیولز شامل کیے جائیں جن میں قرآنی تعلیمات، جہاد کے اخلاقی اصول، اور قیادتِ نبوی ﷺ کے نمونے کا مطالعہ ہو۔
- تربیت کے ہر مرحلے پر اخلاقی تربیت کو ایک لازمی جزو بنایا جائے، تاکہ پیشہ ورانہ تربیت اور دینی احساس دونوں ہم آہنگ رہیں۔

2۔2 تربیتی اداروں میں دینی ماہرین کی عدم شمولیت

ایک نمایاں ادارہ جاتی چیلنج یہ ہے کہ بیشتر عسکری تربیتی مراکز میں اسلامیات یا دینی علوم کے ماہرین (فقہا، علما یا شریعہ اسکالرز) مستقل بنیادوں پر شامل نہیں کیے جاتے۔ نتیجتاً اسلامی اخلاقیات کی تدریس غیر منظم اور رسمی انداز میں کی جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عسکری تربیت کے فیصلے عموماً ٹیکنکل یا انتظامی ماہرین کے ہاتھ میں ہوتے ہیں جو مذہبی تربیت کے علمی پہلو سے واقف نہیں ہوتے۔[17]

عملی اثرات:

دینی ماہرین کی غیر موجودگی سے تربیت میں فقہی یا شرعی رہنمائی کا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً:

- "جنگ میں نیت کی درستگی" یا "قیدیوں کے حقوق" جیسے اہم شرعی موضوعات پر تربیت ناپید رہتی ہے۔
- افسران کے ذہن میں اسلامی قانونِ جنگ (فقہ السیر) اور بین الاقوامی جنگی اصولوں کے تقابل کا شعور پیدا نہیں ہو پاتا۔

ممکنہ حل:

- عسکری اکیڈمیوں اور اسٹاف کالجز میں دینی ماہرین کو بطور مستقل لیکچرار یا مشاورتی رکن شامل کیا جائے۔
- اسلامیات کے ماہرین اور فوجی تربیت دہندگان کے درمیان مشترکہ ورکشاپس منعقد کی جائیں تاکہ جدید عسکری تقاضے اور اسلامی اصول ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوں۔

2۔3 پالیسی سازی میں مذہبی مشاورت کا فقدان

اسلامی ریاست میں شوریٰ اور مشاورت کو فیصلہ سازی کا بنیادی اصول قرار دیا گیا ہے تاہم جدید عسکری و انتظامی اداروں میں پالیسی سازی کے مراحل میں مذہبی ماہرین یا شریعت کونسلز کی شمولیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ فیصلے زیادہ تر انتظامی، سیاسی یا دفاعی نقطہ نظر سے کیے جاتے ہیں، جبکہ اخلاقی و شرعی اثرات کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے۔[18]

عملی اثرات:

- دینی اصولوں کی غیر موجودگی میں بعض پالیسی فیصلے اخلاقی یا شرعی حدود سے متصادم دکھائی دیتے ہیں۔
- اس سے افسران میں مذہبی حساسیت کم ہوتی ہے، اور شوریٰ کا حقیقی تصور (جماعتی مشاورت پر مبنی فیصلہ) کمزور پڑتا ہے۔

ممکنہ حل:

- پالیسی سازی کے ہر اہم مرحلے میں ''اسلامی مشاورتی کونسل'' یا مذہبی اتھارٹی کو شامل کیا جائے۔
- عسکری قوانین، نظم و ضوابط اور اخلاقی کوڈ کی تیاری میں فقہی و دینی مشاورت کو لازمی قرار دیا جائے تاکہ فیصلے دینی اور قانونی دونوں اصولوں کے مطابق ہوں۔

پاک آرمی کے تربیتی نظام میں اسلامی اصولوں کے انضمام کے کئی فوائد

---

[17] قریشی، عبدالرؤف۔ **اسلامی تعلیمات اور عسکری نظم**۔ کراچی: مکتبۃ العلوم، 2020ء، ص 112۔

[18] بلال، فاروق احمد۔ **اسلامی شوریٰ اور جدید ریاستی نظم**۔ اسلام آباد: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 2016ء، ص 94۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اخلاقی تربیت میں اضافہ

اسلامی اصولوں کی بنیاد پر تربیت فوجی اہلکاروں میں دیانت، امانت، عدل اور صبر جیسے اخلاقی معیار قائم کرتی ہے، جو ان کے روزمرہ کے فیصلوں اور رویوں میں مثبت اثر ڈالتی ہے۔

ذہنی اور نفسیاتی مضبوطی:

اسلام کی تعلیمات اہلکاروں کو صبر، تحمل اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت عطا کرتی ہیں، جس سے سخت تربیتی مراحل اور جنگی حالات میں ذہنی استحکام پیدا ہوتا ہے۔

فیصلہ سازی میں درستگی:

اسلامی اصولوں پر مبنی تربیت اہلکاروں کو حق و انصاف، قربانی اور ذمہ داری کی بنیاد پر فیصلے کرنے کی تربیت دیتی ہے، جو جنگی اور غیر جنگی دونوں حالات میں مفید ثابت ہوتی ہے۔

ٹیم ورک اور ہم آہنگی:

عدل، احترام اور تعاون کی اسلامی تعلیمات افواج کے اندر بھائی چارے اور یکجہتی کو فروغ دیتی ہیں، جس سے ٹیم ورک مضبوط اور آپریشنل کارکردگی بہتر ہوتی ہے۔

اخلاقی قیادت کی تربیت:

اسلامی اصولوں کا انضمام افسران کو قیادت کے لیے نہ صرف تکنیکی بلکہ اخلاقی رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے، جس سے وہ اپنے ماتحتوں کے لیے نمونہ کردار بن سکتے ہیں۔ روحانی سکون اور حوصلہ افزائی: دین کی بنیاد پر تربیت اہلکاروں کو مقصد اور مشن کی اہمیت کا شعور دیتی ہے، جس سے وہ اپنی خدمات میں زیادہ ولولہ اور حوصلہ محسوس کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث

پاک آرمی کے تربیتی نظام میں اسلامی اصولوں کا انضمام فوجی اہلکاروں کی پیشہ ورانہ، اخلاقی اور روحانی ترقی کے لیے انتہائی مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ اخلاقی تربیت میں اضافہ، ذہنی مضبوطی، فیصلہ سازی کی درستگی، ٹیم ورک اور ہم آہنگی، اخلاقی قیادت کی تیاری اور روحانی حوصلہ افزائی کے ذریعے نظر آتا ہے۔ تاہم، اس انضمام میں چند چیلنجز بھی درپیش ہیں، جیسے جدید ٹیکنالوجی کے تقاضے، ثقافتی تنوع، عملی تربیتی معیار کے مطابق اسلامی اصولوں کا مؤثر نفاذ اور بعض اوقات اہلکاروں کی ذاتی تفہیم میں فرق۔ ان چیلنجز کے حل کے لیے ضروری ہے کہ تربیتی نصاب میں اسلامی تعلیمات کو عملی اور تجرباتی انداز میں شامل کیا جائے، افسران کی تربیت میں اخلاقی قیادت کو فروغ دیا جائے، اور اہلکاروں کی ذاتی و گروہی تربیت کے لیے مسلسل رہنمائی اور مشاورت فراہم کی جائے۔ یوں، پاک آرمی میں اسلامی اصولوں کا مؤثر انضمام نہ صرف اہلکاروں کی صلاحیتوں کو بہتر بناتا ہے بلکہ فوج کی مجموعی کارکردگی، نظم و ضبط اور روحانی حوصلہ بھی مستحکم کرتا ہے۔